اُردو مشابہ الصوت حروف اور اردو اعراب کا جواز

(The Justification of Urdu Letters with Similar Sounds and Diacritics)

DOI:https://doi.org/**10.54692/**nooretahqeeq.**2024.08012155**

ڈاکٹر عبدالستار ملک
Dr. Abdul Sattar Malik
Lecturer, Department of Urdu
Allama Iqbal Open University, Islamabad

Abstract:
Urdu script is derived from the Arabic script but Urdu differs from Arabic in its nature and unlike Arabic some sounds are pronounced like each other. Due to that some experts object to Urdu script and suggest the removal of letters with similar sounds. But the removal of these letters can create many complexities and difficulties which cannot be resolved. These eight specific sounds of Urdu are common to Pakistani languages such as Punjabi, Sindhi, Pashto, Balochi, Kashmiri, and other local languages. How is it possible to exclude these words from all these languages? These sounds are the valuable capital of world languages like Persian and Arabic. With this collaboration, Urdu emerges as a great global and scientific language. By removing these letters, Urdu will suffer a great loss in terms of knowledge. There will be an encounter, which cannot be compensated. In short, this change is not feasible in context with Urdu historical background and present linguistic geographical condition. The Urdu script is non- diacritical in its nature and diacritics in Urdu are not arranged in the same way as in Arabic. However, it is necessary to organize the essential diacritics in the basic textbooks. This article argues and analyses the justification of Urdu letters with similar sounds and diacritics in detail.

Keywords:
Similar Sound Letters, Sounds of Arabic Letters, Objections to Similar Sound Letters, Urdu Diacritics, Urdu Script, Orthographic Committee NLA, Orthographic Committee UDB, India, Phonetics.

اُردو رسم الخط اپنی اصل کے اعتبار سے عربی رسم الخط سے ماخوذ ہے اس میں ہر چند آوازیں اس طرح ادا نہیں ہوتیں جیسے عربی میں ہیں اور اہلِ اُردو انھیں ایک دوسرے کے ساتھ ملتی جلتی آوازوں میں ادا کرتے ہیں۔ اس بنیاد پر کچھ ماہرین نے ان مشابہ آوازوں والے حروف کو خارج کرنے کا مشورہ دیا۔ ان تجاویز کی بازگشت اب بھی گاہے گاہے سنائی دیتی ہے لیکن ان مشابہ آوازوں کے حروف کو نکالنے سے ایسی بہت سی مشکلات اور پیچیدگیاں در پیش ہیں جن کا ازالہ ممکن نہیں۔ اس کے ساتھ اردو سرمائے کا تاریخی پس منظر اور لسانی جغرافیہ بھی اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اُردو رسم الخط پر ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اِس میں ایک آواز کے لیے کئی کئی حروف ہیں۔ اِن ہم صوت حروف کی وجہ سے املا میں سخت دشواری پیدا ہوتی ہے، اِس لیے اُردو تحریر کو زیادہ آسان بنانے کے خیال سے بعض ماہرین یہ تجویز کرتے ہیں کہ "ث، ح، ذ، ص، ض، ط، ظ، ع" آٹھ حروف اُردو حروفِ تہجی سے خارج کر دیے جائیں۔ بقول ڈاکٹر ابو محمد سحر:

> "اُردو حروفِ تہجی میں اہلِ اُردو کے عام تلفظ کے مطابق کئی حروف ہم صوت ہیں۔ اِن کو مندرجہ ذیل گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
>
> ۱۔ الف، ع، ء ۲۔ ت، ط
>
> ۳۔ ث، س، ص ۴۔ ح، ہ
>
> ۵۔ ذ، ز، ض، ظ
>
> یوں یہ سبھی حروف عربی الاصل ہیں، لیکن اِن میں ع، ط، ث، ص، ح، ذ، ض اور ظ کو اِس لحاظ سے الگ سمجھنا چاہیے کہ اِن کا امتیازی تلفظ اہلِ عرب کے ساتھ مخصوص ہے۔"(۱)

معترضین اِنھی ہم صوف حروف سے بہت الجھن محسوس کرتے ہیں۔ اہلِ فارس اگرچہ عربی حروف کے تلفظ پر قدرت نہیں رکھتے تھے لیکن انھوں نے عربی رسم الخط کو اِن حروف سمیت اپنایا۔ متعدد ماہرین نے اِن حروف کے دفاع میں دلائل دیے ہیں تاہم اِس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ اِن مشابہ الصوت حروف سے املا میں دشواریاں پیدا ہوتی ہیں اور محض تلفظ اور آواز پہ بھروسہ کرکے املا اختیار نہیں کیا جاسکتا۔ انیسویں صدی کی ابتدا سے انگریز علما نے اس موضوع پر خامہ فرسائی شروع کر دی تھی، جس کے پس منظر میں ہندوستانی زبانوں کے لیے رومن رسم الخط رائج کرنے کی منصوبہ بندی تھی۔ پروفیسر مونیر ولیمز نے اُردو رسم الخط کی دشواریوں کا ذکر کرتے ہوئے ۱۹۵۸ء میں لکھا تھا: " ذ ز، ض، ظ ایک آواز کو ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح کچھ آوازوں کی نمائندگی دو یا تین حروف سے ہوتی ہے"۔ (۲) سب سے پہلے مولوی نذیر احمد نے مشابہ الصوت

صوت حروف کو ایک بڑی دشواری قرار دیا تھا، لیکن اِن کے نزدیک اِس کا حل صرف استعدادِ علمی میں مضمر تھا۔ (۳)

ڈاکٹر عبد الستار صدیقی نے ۱۹۲۳ء میں ع، ط، ث، ح، ص، ذ، ض اور ظ کو بے ضرورت قرار دیا تھا لیکن اِس خیال سے ان کو لکھنے میں تکلف ہوتا ہے اور پڑھنے میں دقت نہیں ہوتی، اس وقت انھوں نے کوئی اصلاح تجویز نہیں کی تھی۔ (۴) وحید الدین سلیم پانی پتی بھی اِن حروف کو نکالنے کے حق میں تھے۔ (۵) سید سلیمان ندوی نے بھی ہندوستانی اکیڈمی کی پانچویں اُردو کانفرنس بمقام لکھنؤ منعقدہ ۱۶ جنوری ۱۹۳۷ء اپنے خطبۂ صدارت میں ان الفاظ کے آخر کے "عین" کو حذف کرنے کی سفارش کی تھی۔ (۶) مشابہ الصوت حروف پر سخت معترض ایک اور شخصیت ڈاکٹر جعفر حسن کی تھی۔ (۷) انجمن ترقی اُردو ہند نے جنوری ۱۹۴۴ء کے اجلاس میں ہم صوت حروف کے متعلق یہ فیصلہ دیا:

> "عربی کے ہم آواز حروف جن کی تین اور چار شکلیں ہوتی ہیں اُن کو اُردو تحریر میں گھٹا کر صرف دو شکلوں پر اکتفا کرنا جائز قرار دیا جائے۔ یعنی ث، س، ص میں سے ص کو اور ز، ذ، ض، ظ میں سے ض اور ز کو حذف کر دیا جائے یا جو لوگ ان کی بجائے س اور ذ، ظ سے کام لیں، اُن پر حرف گیری نہ کی جائے۔ ایسے حروف کی باقی تین قسمیں یعنی (ا، ع، ت، ط اور ح، ہ) بدستور رہیں گی۔" (۸)

ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے مشابہ الصوت حروف پر سخت تنقید کی:

> "مصمتوں کے سلسلے میں زائد حروف کا ذکر بھی ضروری ہے جو عربی سے لیے گئے ہیں اور ہمارے حروفِ تہجی اور نظام درس کے لیے پیرِ تسمہ پا بنے ہوئے ہیں۔ میری مراد ذ، ض، ط، ظ، ث، ص، ح وغیرہ سے ہے۔ صوتی نقطہ نظر سے یہ سب مردہ لاشیں ہیں جسے اُردو رسم خط اٹھائے ہوئے ہے۔" (۹)

ڈاکٹر گیان چند جین بھی ڈاکٹر مسعود حسین خاں سے متفق نظر آتے ہیں۔ (۱۰) یہ اعتراض کہ اِن آٹھ حروف کی آوازیں دوسرے حروف میں موجود ہیں، درست نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن میں سے ہر حرف ایک مخصوص آواز کی علامت ہے، جو کسی دوسرے حرف سے ظاہر نہیں ہوسکتی۔ اِن حرفوں کی مخصوص آوازوں کو مشق، محنت اور توجہ سے ادا کیا جاسکتا ہے۔ بالعموم اہلِ اُردو ایسا نہیں کرتے ۔ اُردو نظامِ تہجی میں یہ مخصوص عربی حروف و اصوات جنھیں کبھی بدیسی اور کبھی صوتیاتی لحاظ سے دوہری آواز کے حامل اور ہم صوت حروف کہا جاتا ہے۔ راقم کے خیال میں اِن کو زیادہ سے زیادہ قریب المخرج اور مشابہ الصوت کہنا

چاہیے۔ اگر بفرضِ محال ہم اِن کو ہم صوت ہی تسلیم کر لیں تو کیا باقی زبانیں اِس خامی سے مبرا اور اِس عیب سے پاک ہیں؟اگرا یسا نہیں تو پھر اِن حروف کے خارج کرنے کے لیے دلائل دینا اور بحث ومباحثہ کرنا ایک سعی لاحاصل کے سوا کچھ نہیں۔ وہ قوت اور توانائیاں جو ہم اُردو رسم الخط کے چہرۂ زیبا کو سنوارنے میں صرف کرسکتے ہیں، وہ اِس بحثِ عبث میں ضائع ہورہی ہیں۔ بہت سے ماہرین نے اِن کو برقرار رکھنے اور اِن کے دفاع میں دلائل دیے ہیں۔اِن میں سب سے موثر اور سب سے مدلل دفاع سید مسعو دحسن رضوی ادیب نے کیا:

> ”عربی اور فارسی اپنے لفظی ذخیرو ں، اشتقاقی اور ترکیبی خصوصیتوں اور دوسری لسانی خوبیوں کی بدولت دنیا کی عظیم ترین زبانوں میں ہیں ۔اُن سے قطعِ تعلق کرنا، اُردو کی رگِ حیات قطع کرنے کے برابر ہے۔ جس چشمے سے وہ ہمیشہ سیر اب ہوتی رہی ہے،اِس کو بند کرنا اِس کی زندگی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔“(۱۱)

ڈاکٹر شوکت سبزواری ان مشابہ آوازوں کو صوتیے(Phonemes) قرار دیتے ہیں ۔(۱۲)ڈاکٹر عبدالستار دلوی بھی اِن حروف کو خارج کرنے کے حامی نہیں تھے۔(۱۳) پروفیسر آل احمد سرور اورڈاکٹرعصمت جاوید جیسے متعدد ماہرین زبان وادب نے اِن حروف کا دفاع کیا ہے۔ڈاکٹر ابواللیث صدیقی مشابہ الصوت حروف کے لیے ہم صوت کی اصطلاح استعمال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

> ”اگر ہم صوتیوں کا فرق تحریر میں نظر انداز کردیاجائے تو معنی کے تعین میں چند دقتیں پیش آئیں گی۔ مثلاً
>
> ۱۔ (ہم آواز الفاظ) ---ایک ہی شکل ہوتو معنی کاتعین کیسے ہوگا۔
>
> ۲۔ الفاظ کی اصل کاتعین مشکل ہوجائے گا۔
>
> ۳۔ اگربہ فرض ہم اپنااملا بدل دیں تو پرانی دستاویزات، قلمی اور مطبوعہ کے پڑھنے میں دقت ہوگی۔
>
> ۴۔ اس املا کی وجہ سے ہم عربی اورفارسی سیکھنے میں فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔“(۱۴)

ڈاکٹر گوپی چند کے نزدیک ان حروف کو خارج کرنے سے اردو کے قدیم علمی سرمائے سے استفادہ کرنا بھی مشکل ہوجائے گا، نیز نارنگ اُردو لغات کی تمام کتابوں کو دوبارہ تیار کرانا ہوگا۔[۱۵] پروفیسر سید محمد سلیم کے مطابق اردو زبان میں چونکہ ایک تہائی سے سے زیادہ الفاظ عربی اور فارسی زبانوں سے مستعار ہیں، اس لیے اردو کی علمی ضرورت کے لیے عربی فارسی الفاظ کی موجودگی لازم ہے۔[۱۶]

نعیم خیالی نے انگریزی، فرانسیسی، جرمن، اسپینی اور روسی زبانوں کے مشابہ الاصوت حروف کے ساتھ موازنہ کرنے کے بعد یہ نتائج اخذ کیے :

اُردو میں ہم آوازوں کے ۵ گروہ کے کل ۱۳ حروف ہیں۔

۱۔انگلش= ۱۲/= ۳۶/= ۲۔فرنچ= ۸/= ۳۱/=

۳۔جرمن= ۱۱/= ۲۷/= ۴۔اسپینی= ۹/= ۲۱/=

۵۔روسی= ۱۰/= ۲۱/= ۶۔ناگری ہندی= ۶/= ۱۳/=

۷۔انٹرنیشنل فونے ٹک سمبل تقریباً اُردو کے ہر گروہ کے بیشتر حروف کے مطابقت میں کم وبیش پائے جاتے ہیں۔ یہ نقشہ واضح طور پر بتارہا ہے کہ ہم آواز یا مشابہ الصوت حروف کی سب سے کم تعداد اسپینی اور اُردو میں ہے۔ اس کے باوجود کل ۶ گروہ کے مجملہ ۱۳/ کے آٹھ حروف گردن زدنی کہے جاتے ہیں۔[۱۷]

مشابہ الصوت حروف کا فائدہ یہ ہے کہ یہ اصل کا پتہ دیتے ہیں اور معنی تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔یہ حروف اپنے اپنے متعلقہ الفاظ میں مخصوص معانی کا ابلاغ کرتے ہیں ،جس سے اِن کے خاندان اور اشتقاق تک پہنچنا آسان ہوتا ہے ۔

اِن حروف کے خارج کرنے سے اُردو ادب مہملات کا ذخیرہ بن جائے گا۔ یہ آوازیں فارسی وعربی جیسی عالمی زبانوں کا قیمتی سرمایہ ہیں۔ اِس اشتراک سے اُردوایک گراں مایہ عالمی اور علمی زبان کی حیثیت اختیار کر لیتی ہے ۔اِن حروف کو نکال دینے سے اُردو کو علمی لحاظ سے ایک بڑے خسارے کا سامنا ہوگا، جس کی تلافی ممکن نہیں۔ سیکڑوں سال کا ذخیرہ اُردو خوان طبقے کے لیے آثارِ قدیمہ ہوکررہ جائے گا ۔مختصر یہ کہ پہلے سے دستیاب سارے علمی، ادبی ذخیرے کو دریا بُرد کرکے نئے سرمایہ زبان وادب کی بنیاد رکھنا پڑے گی۔ ڈاکٹر ابو محمد سحر نے بجاطور پر اس قضیے کو دفن کرنے کی سفارش کی :

> "بعض اہل اُردو کو ان حروف کی اصلاح کو شدت سے دہراتے ہوئے کم وبیش نصف صدی ہوگئی لیکن یہ" مردہ لاشیں "ٹس سے مس نہیں ہوئیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ایک مسئلے کو بار بار اٹھانے کے لیے آخر کتنا وقت دیا جاسکتا

ہے۔ یوں دیکھیے تو ان حروف کو سپردِ خاک کرنے کی بجائے ان کو سپردِ خاک کرنے کی تجویز کو ہمیشہ کے لیے دفن کر دینا چاہیے۔"(۱۸)

دوسرا اہم مسئلہ بنیادی نصابات میں ضروری اعراب کا عدم اہتمام ہے۔ اعراب کا لغوی معنی ہے ظاہر کرنا(۱۹) جو اعراب کی اہمیت پر دال ہے۔ رسم الخط میں ایک حد تک اِن کا اہتمام درست قرأت اور تلفظ کی تصحیح کے لیے ضروری ہے۔ اُردو اعراب کے استعمال اور اِن کی معیار بندی کے لیے مختلف حلقوں کی طرف سے تجاویز پیش کی جاتی رہی ہیں مثلاً فورٹ ولیم کالج میں جان گل کرسٹ نے رسم الخط و اعراب کے نئے قاعدے مرتب کیے اور اُنھیں ایک رسالے کی صورت میں حرفوں کے نقشے کے ساتھ شائع کیا۔ یہ رسالہ اب نایاب ہے تاہم فورٹ ولیم کالج کی دو کتابوں" باغِ اُردو" ۱۸۰۲ (اور حفیظ الدین کی "خرد افروز" جلد دوم میں اِس کا خلاصہ شائع ہوا تھا۔(۲۰) برج موہن پنڈت دتاتریہ کیفی نے "کیفیہ" میں سرشتہ تعلیم پنجاب، حکومتِ دہلی ۱۸۷۶ء کے اعراب کی تفصیل دی ہے ۔(۲۱) مولوی عبدالرحمن نے پنجاب ریویو، ستمبر ۱۹۱۰ء میں سترہ حرکات قرار دیں۔(۲۲) مولوی عبدالحق نے" قواعدِ اُردو"(۲۳)، رشید حسن خاں نے" اُردو املا "(۲۴) اور ڈاکٹر غلام مصطفی خاں نے "جامع القواعد "(۲۵) میں اعراب پر بحث کی ہے۔ انجمن ترقی اُردو کی کمیٹی (۱۹۲۲ء-۱۹۲۳ء) میں اُردو رسم الخط میں اصلاح کے عنوان سے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اُردو اعراب کے بارے میں تجاویز پیش کیں جو اُردو اکتوبر ۱۹۲۳ء میں شائع ہوئیں۔(۲۶) دارالترجمہ حیدر آباد نے بھی اُردو اعراب کی تجاویز مرتب کیں۔(۲۷) مولوی غلام رسول نے اپنی تصنیف اُردو املا (۱۹۶۰)(۲۸) اور عبدالغفار مدہولی نے اُردو املا کا آسان طریقہ (۱۹۶۳ء)(۲۹) میں اعراب کی تجاویز پیش کیں۔ اُردو انسائیکلوپیڈیا آف اسلام(۳۰)، اُردو لغت بورڈ(۳۱) اور فرہنگِ تلفظ(۳۲) میں شان الحق حقی نے بھی مستعمل اُردو اعراب کی تفصیل بیان کی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی(۳۳)، ڈاکٹر فرمان فتح پوری(۳۴) جیسے متعدد ماہرین نے اعراب پر تبصرہ کیا۔ بہت سی اُردو اعراب کی علامات کو قبولِ عام حاصل نہ ہوسکا۔ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد(۳۵) اور ترقی اُردو بورڈ ہند (۳۶) نے بھی سفارشاتِ اعراب وعلامات پیش کیں۔ بہت سے ماہرین نے اعراب کی کمی کو حرفِ تنقید بنایا اور اس خامی کو دور کرنے کے لیے نئی اصلاحات اور علامات تجویز کیں ۔ اِس کے برعکس کفایتِ اعراب کے دفاع میں بھی بہت کچھ لکھا گیا۔ پروفیسر طاہر فاروقی رقم طراز ہیں:

"اعراب کا الفاظ کے ڈھانچے میں شامل نہ ہونا، الف ممدودہ اور تشدید کا استعمال اُردو الفاظ کو آسان بھی کر دیتا ہے اور مختصر بھی، جو ضرورت زمانہ کے لیے از بس مناسب ہے۔" (۳۷)

ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی رائے میں :

”اُردو رسم الخط کفایت حرفی کی اچھی مثال پیش کرتا ہے۔ --ہم بجائے اعراب کے عموماً اعراب کے صفریہ تصور(Zero Concept)سے کام لیتے ہیں اور عام طور پر چلن کی بنا پر ہمیں لفظ کے صحیح تلفظ میں دقت نہیں ہوتی۔ یہی وہ خوبی ہے جو اُردو رسم الخط کو مختصر نویسی کے قریب لے آتی ہے۔“(۳۸)

یہ درست ہے کہ اردو میں اعراب نگاری امر اختیاری ہے۔ مسئلہ یہ نہیں کہ اعراب کے لیے علامات مفقود ہیں بلکہ کفایت شعاری کے پیش نظر اِن کا استعمال نہیں ہوتا۔ اُردو میں تین اعراب زبر زیر پیش اور اِن سے متعلق چار حروفِ علت ا، و، ی، ے سے سارا کام خوش اسلوبی سے انجام پاجاتا ہے۔ اُردو نے عربی سے تنوین اور تشدید لیے جو ضرورت کے وقت مستعمل ہیں۔ اِس سے اُردو رسمِ الخط میں اختصار کی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔ اِس کے برعکس انگریزی میں حروفِ علت کا جزو لازم ہیں اور ہندی کی ماترائیں بھی ناگری رسم الخط کا لازمی عنصر ہیں، جس سے خط میں پیچیدگی پیدا ہوتی ہے۔

روزمرہ کی تحریروں میں اعراب کی ضرورت نہیں پڑتی، تاہم چند صورتیں ایسی ہیں جہاں اعراب کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں اوران کا استعمال ایک خاص سطح اور مناسب حد تک لازم ہے۔ مثلاً مبتدیوں اور غیر ملکیوں کے لیے، ابتدائی درجے کی درسی کتب اور لغات میں، تلفظ کی صراحت کے لیے ایسے ہم شکل الفاظ جن میں ابہام اور التباس کا خطرہ ہو۔

عموماً بچے اُردو سبق کی قرات کے دوران اِس، اُس اور اِن، اُن جیسے الفاظ کو غلط تلفظ میں ادا کرتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ابتدائی کتابوں میں ضروری حرکات وسکنات کا نہ ہونا ہے۔

یہاں ایک واقعہ کا ذکر باعثِ دلچسپی ہو گا، جو تھوڑی کمی بیشی کے ساتھ دورانِ مطالعہ میرے حافظے میں محفوظ رہ گیا۔ لاہور میں نصابی کتابوں سے متعلق اجلاس میں ڈاکٹر سید عبداللہ نے ابتدائی درسی کتابوں پر ضروری اعراب لگانے کی سفارش کی۔ سیکرٹری تعلیم اس تجویز سے متفق نہ تھے۔ انھوں نے ردّ عمل میں کہا کہ ڈاکٹر صاحب! ہم نے بغیر اعراب کے کتابیں پڑھیں۔ دیکھ لیجیے ہم یہ الفاظ مَن و عَن پڑھ لیتے ہیں۔ ڈاکٹر سید عبداللہ نے برجستہ جواب دیا۔ سیکرٹری صاحب! یہی تو میں کہتا ہوں کہ اگر آپ نے ابتدائی درسی کتابیں ضروری اعراب کے ساتھ پڑھی ہوتیں تو آپ مَن و عَن نہ پڑھ رہے ہوتے۔

راقم کی رائے میں بنیادی درسی کتابوں میں ضروری اعراب (جہاں التباس کا خطرہ ہو) کا اہتمام لازم ہے۔ جب دو

مصمتے متصل ہوتے ہیں تو عموماً قاری دوسرے مصمتے کو متحرک بنالیتا ہے۔اِس لیے درست تلفظ کی طرف رہنمائی کی خاطر ابتدائی درجے کی کتابوں میں ایسے الفاظ پر بھی اعراب ضروری ہیں ۔ اسی طرح ایسے ہم شکل الفاظ جن میں ابہام اور التباس کا خطرہ ہو ۔مثلاًاِس، اُس، اِدھر، اُدھر، عِلم، عَلم، گھِن، گھُن، مِیل، مَیل وغیرہ میں اعراب لگاناضروری ہے۔ تشدید اور تنوین کی علامت کے بغیر تلفظ اداہوہی نہیں سکتا۔اس لیےلازم ہے کہ دورانِ تدریس طلبہ کو زبر، زیر، پیش، ساکن، موقوف، تشدید، تنوین، نون غنہ، واؤ معدولہ، یائے معدولہ اوراساسی مصوتوں سے روشناس کرایاجائے۔

حوالہ جات

۱۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا۔ایک محاکمہ، بھوپال : مکتبہ ادب، ۱۹۹۹ء، ص:۲۸

۲۔ ایضاً ، ص:۶۷

۳۔ ایضاً، ص:۶۸

۴۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط میں اصلاح، کراچی: مطبوعہ اُردو ،اکتوبر ۱۹۲۳ء، ص:۵۸۲۔۵۸۳

۵۔ وحیدالدین سلیم پانی پتی سید اشرف حیدر آبادی، ہندوستان کی عام زبان ،افاداتِ سلیم، ص:۳۱

۶۔ سید سلیمان ندوی، نقوشِ سلیمانی، اعظم گڑھ: معارف پریس طبع سوم، ۱۹۸۰ء، ص:۹۲

۷۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، بھوپال، مکتب ادب ۱۹۹۹ء، ص:۷۰

۸۔ رپورٹ: تیسری کُل ہند انجمن ترقی اُردو کانفرنس، ناگپور : ۱۹، ۲۱، ۲۰ جنوری، ۱۹۴۴ء، ص:۱۲۷۔۱۲۸

۹۔ مسعود حسین خان، ڈاکٹر، اُردو صوتیات کا خاکہ مشمولہ: اُردو میں لسانیاتی تحقیق (مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار ردولوی)، بمبئی: کوکل اینڈ کمپنی اورینٹل بک سیلرس اینڈ پبلشرز، ۱۹۷۱ء، ص:۹

۱۰۔ گیان چند، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، دہلی: ترقی اُردو بورڈ، مرکزی وزارتِ تعلیم، حکومتِ ہند، ۱۹۷۳ء، ص:۱۴۷

۱۱۔ سید مسعود حسن رضوی ادیب، اُردو زبان اور اُس کا رسم الخط، خطبہ صدارت آل انڈیا اورینٹل کانفرنس ناگپور منعقدہ ۱۹ تا ۲۱ اکتوبر ۱۹۴۶ء ، لکھنؤ یونیورسٹی: ۲۱ جون ۱۹۴۸ء، ص:۲۱

۱۲۔ شوکت سبزواری ،ڈاکٹر، اُردو لسانیات، کراچی: مکتبہ تخلیقِ ادب، ۱۹۶۶ء، ص:۸۴

۱۳۔ عبدالستار ردولوی، ڈاکٹر (مرتب) ،اُردو میں لسانیاتی تحقیق، بمبئی :کوکل اینڈ کمپنی اورینٹل بک سیلر اینڈ پبلشرز ، ۱۹۷۱ء، ص:۲

۱۴۔ ابو اللیث صدیقی ،ڈاکٹر ،ادب ولسانیات ، کراچی: اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۷۰ء، ص:۳۴۷۔۳۴۸

۱۵۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات، لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز ، ۲۰۰۷ء، ص:۱۳۰۔۱۳۱

۱۶۔ سید محمد سلیم، پروفیسر، اُردو رسم الخط کی جامعیت، مشمولہ: منتخباتِ اُردو نامہ، جلد اول، مرتبہ ڈاکٹر معین الدین عقیل، ڈاکٹر، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء، ص:۲۵۳

۱۷۔ محمد نعیم خیالی، اُردو کی بین الاقوامی حیثیت، بہرائچ، یو۔پی ہند: ادارہ لسانیات، ۱۹۸۲ء، ص:۲۳۷۔۲۳۸

۱۸۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، ص:۹۱۔۹۲

۱۹۔ وحید الزماں، قاسمی کیرانوی، مولانا، القاموس الوحید، لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۱ء، ص:۱۰۶۲

۲۰۔ حفیظ الدین، گلکرسٹ کا مضمون طریق املا، مشمولہ: اُردو املا و رموزِ اوقاف مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۶ء، ص:۲۳۹۔۲۴۱

۲۱۔ برج موہن پنڈت دتاتریہ کیفی، کیفیہ، لاہور: مکتبہ معین الادب اردو بازار، ۱۹۵۰ء، ص:۳۴۶۔۳۴۸

۲۲۔ عبدالرحمن، مولوی بحوالہ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو رسم الخط اور املا: ایک محاکمہ، بھوپال نگر: مکتبہ ادب، ۱۹۹۹ء، ص:۱۵۲۔۱۵۷

۲۳۔ عبدالحق، مولوی، قواعد اُردو، لاہور: لاہور اکیڈمی، س ن، ص:۳۰۔۳۶

۲۴۔ رشید حسن خاں، اُردو املا، لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۷ء، ص: ۵۱۴۔۵۴۵

۲۵۔ غلام مصطفی خان، ڈاکٹر، جامع القواعد حصہ نحو، لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۳ء، ص:۱۸۰

۲۶۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر اُردو رسم خط میں اصلاح، مشمولہ: اُردو رسم الخط: انتخاب مقالات مرتبہ: شیما مجید، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء، ص:۱۹۳۔۲۰۰

۲۷۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر، اُردو اعراب پر دارالترجمہ حیدر آباد کی تجاویز، مشمولہ: اُردو املا و رموزِ اوقاف مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ص:۲۵۱۔۲۶۲

۲۸۔ غلام رسول، مولوی، اُردو املا، سلسلہ مطبوعات ادارہ: ادبیات اردو شمارہ ۲۶۷، چار کمان حیدر آباد: نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، ۱۹۶۰ء، ص:۱۰۔۱۲

۲۹۔ عبدالغفار مدہولی، اُردو املا کا آسان طریقہ، نئی دہلی: جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۱۹۶۳ء، ص:۲۱۔۲۵

۳۰۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اُردو انسائیکلو پیڈیا اور اسلام کے فیصلے، مشمولہ اُردو املا و رموزِ اوقاف مرتبہ: ڈاکٹر گوہر نوشاہی، ص:۲۹۰

۳۱۔ رئیس امروہوی، مدیرِ اول (اُردو لغت تاریخی اصول پر) جلد اول، کراچی: ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۷۷ء، ص: ص

۳۲۔ شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء، ص:ق

۳۳۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، اُردو میں اعراب کا مسئلہ، مطبوعہ ماہنامہ اخبار اُردو، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان

اپریل۱۹۸۹ء،ص: ۱۱

۳۴۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر،اُردو میں اعراب کا مسئلہ۔نقد ونظر سلسلہ وار بحث ،مطبوعہ ماہنامہ اخبارِ اُردو (اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان) ،اپریل ۱۹۸۹ء،ص:۷۔۹

۳۵۔ اعجاز راہی(مرتب)،سفارشاتِ املا و رموزِ اوقاف، مطبوعہ ماہنامہ اخبارِ اُردو،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،مارچ ۱۹۹۹ء،ص:۹

۳۶۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر(مرتب)،املانامہ۔سفارشات املا کمیٹی،ترقی اُردوبورڈہند، قلندرآبادایبٹ آباد: سرحد اردو اکیڈمی،۱۹۹۲ء،ص:۹۸۔۱۰۱

۳۷۔ طاہر فاروقی،پروفیسر،ہماری زبان۔ مباحث ومسائل، کراچی: انجمن ترقی اُردو پاکستان، ۱۹۹۶ء،ص:۸۲

۳۸۔ گوپی چند نارنگ، ڈاکٹر، اُردو زبان اور لسانیات،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء،ص:۱۲۸